عصر حاضر میں کشمیر میں فارسی ادب کی اہمیت

ڈاکٹر شبیر احمد وانی
شعبہ فارسی، کشمیر یونیورسٹی

ملخص

زبان کسی بھی قوم کی ترقی کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کی اگر کسی قوم کی تہذیب و ثقافت کو مٹانا ہو تو اس قوم کی زبان کو ختم کیا جائے۔ انگریزی حکومت نے اس پالیسی کا عملی نمونہ پیش کیا۔ انھوں نے سب سے پہلے ہندوستان کی مقامی زبانوں کو منسوخ کر کے اپنی زبان رائج کی جس کا سب سے پہلا اور اہم نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستانی عوام تہذیب و ثقافت سے بیگانہ ہو کر اپنی شناخت کھو بیٹھی ،یہی طرز عمل کشمیر میں بھی اختیار کیا گیا اور کشمیری اور فارسی زبانوں میں جو لسانیاتی رابطہ تھا وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتا گیا۔ اس مقالے میں کشمیر میں فارسی کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے یہاں کے مختلف فارسی دستاویزات سے جدید موضوعات پر اقتباسات درج کیے ہیں تا کہ قارئین مشاہدہ کر سکیں کہ فارسی زبان کے جاننے والے نہ صرف ادب بلکہ سائنسی علوم پر بھی مکمل مہارت رکھتے تھے۔

کلیدی الفاظ: فارسی زبان، ادب، تہذیب، ثقافت، کشمیر، سائنس

☆☆☆

مقدمہ:

فارسی ان فراموش شدہ زبانوں میں ایک ایسی زبان ہے جو سلطان قطب الدین ایبک کی تخت نشینی یعنی سنہ ۶۰۰ھ/1203ء سے لیکر سنہ ۱۲۵۰ھ/1833ء تک کم سے کم ۶۳۰ سال سرکاری اور دفتری زبان رہی ہے۔ اگر چہ انگریزوں نے 1833ء میں انگریزی زبان کو سرکاری زبان کے طور پر نافذ کیا تاہم فارسی نے سات صدیوں میں جو نقوش یہاں کی سیاسی، سماجی، معاشرتی، مذہبی اور تہذیبی زندگی پر ثبت کیے تھے ان کو مٹانا ممکن نہیں تھا۔ ان سات صدیوں میں زندگی کے ہر پہلو

پر قلم اٹھانے کے لیے فارسی زبان کا ہی انتخاب کیا گیا۔ دور مملوکیہ کی علی بن حامد کا چچ نامہ، حسن نظامی کی تاج المآثر، منہاج سراج کی طبقات ناصری اور خلجی و تغلق دور کی ضیاالدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی، امیر خسرو کی خزائن الفتوح کے علاوہ ان کی تاریخی مثنویوں کو اگر تاریخ سے محو کر دیا جاتا تو ہندوستانی مسلم حکمرانوں کا پہلا ہی باب گمنامی کے پردے میں چلا جاتا اور ہم ہندوستان کے دوسو سال کی تہذیبی، ثقافتی، سماجی، عملی، مذہبی اور معاشرت ورثے سے محروم ہوجاتے۔ اس زمانے میں فارسی میں سینکڑوں ایسی کتابیں لکھی گئیں جن میں لوگوں کا رہن سہن، مذہبی امور، تہوار، قدرتی حادثات، جغرافیہ، فقہ، تصوف، طب، ریاضی، ماحولیات غرض معاشرے کی زندگی کا ہر پہلو ہماری نظروں کے سامنے آتا ہے۔

مغل دور کو ہندوستان میں فارسی تہذیب وثقافت کے لحاظ سے زرین دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں تاریخ اور تذکروں کے علاوہ مذہب، تصوف، لغت، سماجیات، معاشیات پر شاہکار کتابیں معرض وجود میں آئی ہیں۔ تاریخ میں گلبدن بیگم کا 'ہمایوں نامہ'، ابوالفضل کا 'اکبر نامہ' اور 'آئین اکبری'، عبدالقادر بدایونی کی 'منتخب التواریخ'، عبدالباقی نہاوندی کی 'مآثر رحیمی'، جہانگیر کی 'تزک جہانگیری'، میر قاسم کی 'تاریخ فرشتہ'، محمد امین قزوینی اور عبدالحمید لاہوری کے 'پادشاہ نامے' اور محمد صالح کنبوہ کا 'عمل صالح' کے علاوہ تاریخ پر مبنی ایسی سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں جن کے مطالعہ کے بغیر کوئی بھی تاریخ کا طالب علم ماضی سے واقفیت حاصل نہیں کرسکتا۔ جہاں تک تذکروں کا سوال ہے تو اس دور میں فارسی زبان میں فارسی شعرا کے احوال وکوائف پر ہاتھ سے لکھے گئے بہترین نسخے تحریر ہوئے جو نہ صرف اس دور کے شعرا کے ادبی محاسن، ان کی سیاسی، سماجی اور ذاتی زندگی کی ترجمانی کرتے ہیں بلکہ خطاطی (Calliography) کا بھی بہترین نمونہ پیش کرتے ہیں۔ مغل دور کے معروف تذکروں میں 'ہمیشہ بہار' از کشن چند اخلاص، 'شام غریبان' 'گل رعنا' از لچھمی نارائن شفق، 'کلمات الشعراء' از محمد افضل سرخوش، 'مرآۃ الخیال' از شیر خان لودی، 'سفینۂ خوشگو' از بندرابن داس خوشگو، 'مجمع النفائس' از سراج الدین علی خان آرزو، 'ریاض الاشعر' از علی قلی خان والہ داغستانی، 'مردم دیدہ' از ملا عبدالحکیم، 'تذکرہ حسینی' از میر حسین دوست، علی ابراہیم خان خلیل کے

'خلاصۃ الکلام'، گلزار ابراہیم وصحف ابراہیم اور میر غلام علی آزاد بلگرامی کے 'تذکرے خزانۂ عامرہ'، 'سروآزاد' اور 'ید بیضا' کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے فارسی زبان کا کردار نا قابل فراموش ہے۔ ہندوستان کے اکثر علمائے عظام اور صوفیاء کرام نے فارسی زبان کو ہی اپنی تفسیروں، تحریروں اور تقریروں کا وسیلہ بنایا۔ مملوکیہ دور میں مرتب کیے گئے 'دلیل العارفین' اور 'فوائد السالکین' (خواجہ معین الدین چستیؒ اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے ملفوضات) اور خلجی و تغلق دور میں 'فوائد الفواد' اور 'افضل الفوائد' (حضرت نظام الدین کے ملفوظات) اور اسی طرح کی دوسری تصانیف طالبان کے لیے ہمیشہ سے ہدایت کا سرچشمہ رہی ہیں۔ تغلق دور میں ہمیں نہ فقط تفسیر، فقہ اور دوسرے علوم اسلامیہ پر تفسیر تا تارخانی، فقہ فیروز شاہی، فتاویٰ قراخانی، فتاویٰ تا تارخانی، فتاویٰ جہانداری، صحیفہ نعت محمدیؐ، سیر الاولیاء وغیرہ جیسی تالیفات ملتی ہیں، بلکہ علم طب پر شفاء الخالی، تشریح البدن پر جزئیات وکلیات، نجوم پر دلائل فیروز شاہی اور موسیقی پر غنیۃ المینہ اور کنز التحف جیسے کارنامے بھی انجام پائے ہیں۔

مغلیہ دور میں امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے رسائل اور مکتوبات کے مجموعے علم وحکمت کے ذخائر ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی معروف تالیفات 'مدارج النبوۃ' اور 'جذب القلوب فی دیار المحبوب' اسلامی تاریخ وتمدن کا نمونہ ہے شاہ ولی اللہ دہلوی نے کلام پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا اور موطا امام مالک کی 'المصفیٰ' کے نام سے شرح بھی لکھی۔ اس عہد کا ایک کارنامہ 'فتاویٰ عالمگیری' ہے جو برصغیر میں فقہ کی ایک اہم کتاب مانی جاتی ہے۔

اصل موضوع:

کشمیر کو فارسی زبان سے گہری وابستگی رہی ہے اگر چہ کشمیر اور ایران کے ما بین اشاعت اسلام سے قبل بھی روابط رہے ہیں تاہم حضرت سید شرف الدین عبدالرحمن معروف بہ بلبل شاہؒ ترکستانی (متوفی ۷۲۷ھ) حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیان جہانگشت (متوفی ۷۸۵ھ) اور حضرت میر سید علی ہمدانی معروف بہ شاہ ہمدان (متوفی ۷۸۶ھ) جیسی شخصیتوں نے کشمیر میں اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ فارسی زبان وادب اور ایرانی تہذیب و

تمدن کو بھی خاصہ رواج دیا۔شاہ ہمدانؒ ایسے سات سو رفقاء کے ساتھ وارد کشمیر ہوئے جو نہ صرف کشمیر میں فارسی زبان وادب کی گسترش کا سبب بنے بلکہ انہوں نے ایک نئی تہذیب وتمدن و نئے علوم وفنون بھی متعارف کرائے، جس کے نتیجے میں کشمیر حقیقی معنوں میں ایران صغیر بن گیا۔ یہاں بھی بڑے بڑے شعرا، ادیب اور مؤرخ پیدا ہوئے ۔شہمیری دور میں جو مختلف النوع تالیفات وجود میں آئی ہیں ان میں ملا احمد کی فتاویٰ شہابی، شہاب الدین بن عبدالکریم کی شفاالامراض، سلطان زین العابدین کی شکایات اور آتش بازی، منصور بن احمد کی کفایہ منصوری، سید حسین بیہقی کی ہدایت الاعمیٰ، سید علی محمد کی تاریخ کشمیر، قاضی ابراہیم کی تاریخ قلمرو کشمیر اور مرزا حیدر دوغلت کی تاریخ رشیدی قابل ذکر ہیں۔ جیسا کی ان کے نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختلف موضوعات پر لکھی گئی ہیں جن میں تاریخ کے علاوہ طب، مذہب، تصوف اور کشمیر میں آتش بازی کی روایت پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ اسی طرح چک دور میں لکھی جانے والی کتابوں میں سید علی ماگرے کی تاریخ کشمیر کے علاوہ شرح صحیح بخاری، تحفۃ المجالس، ورد المریدین، دستورالسالکین، تذکرۃ العارفین، راحت الطالبین، چلچلتہ العارفین اور رموز الطالبین جیسے کارنامے تحریر ہوئے۔

فارسی زبان وادب کے لحاظ سے مغلوں کے مرکزی دربار نے جہاں پورے ایشیاء پر اپنے اثرات مرتب کیے وہاں کشمیر بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔کشمیر میں تاریخ نویسی کے بعد مذہب اور تصوف پر زیادہ تصانیف ملتی ہیں اس دور میں تو ایک طرف علوم اسلامیہ اور تصوف سے متعلق شرح صحیح بخاری، کنز الجواہر، تنبیہ القلوب، راحت القلوب، مراۃ الغیوب، ریشی نامہ، دبستان مذاہب، اسرار الابرار، نور نامہ، بحر العرفان، خوارق السالکین، فتوحات الکبرویہ اور عین العرفان لکھی گئی تو دوسری طرف تاریخ حیدر ملک، بہارستان شاہی، طبقات شاہجہانی، تاریخ اعظمی، تاریخ حسن، منتخب التواریخ، مجموعۃ التواریخ، تاریخ کبیر اور گوہر عالم جیسی مشہور ومعروف تاریخیں رشتۂ تحریر میں لائی گئیں۔ جیسا کی ذکر ہوا ہے کی یہ تمام تصانیف نہ صرف تاریخ کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کی تہذیبی اور ثقافتی زندگی کا بھی آئینہ دار ہوتی ہیں بلکہ طب، جغرافیہ، نجوم اور فلکیاتی علوم کا بھی ذخیرہ اپنے اندر سموئی ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر پیر غلام حسن نے اپنی تاریخ حسن میں

فلکیات کے موضوع پر اس طرح روشنی ڈالی ہے۔

"بدانکه که هفت آسمان متضمن است بر چند طبقه دیگر و جمله آن منقسم است بر سه قسم۔قسم اول۔ فلك حاوی یعنی وی محیط می باشد و مرکز او کرۂ زمین است۔قسم دوم محیط است بر عالم اما زمین مرکز او نیست وآنرا فلك الخارج المرکز می نامند۔ قسم سوم فلك التدویر نام کرده اند و آن محیط عالم نیست بلکه در ضمن فلك واقع است در وسط مخصوص باالجمله هر طبقه فلك می نامند مجازاً و جمله این ها موسوم اند به فلك کلی و فلك هشتم و نهم غیر این ها است۔ بدانکه که در ضمن فلك کلی که طبقات دیگر مرکوز اند هر یك را گردش خود مختلف دارد و گردش تمامی آسمانها بمانند رحیٰ باشدیعنی مثل آسیا بر سر ما می گرددو یا دولابی کی مانند دولاب حرکت کنند ویاحمائلی حرکت رحوی بنظر سکان تحت اقطاب بود و حرکت دولابی نظر سکان خط استوا وحرکت حمایلی نظر سکان اقلیم متوسط این دو سمت"۔

اس کے بعد مؤرخ حسن نے تمام نو آسمانوں کے نام اور ان کی مدت گردش بھی بتائی ہے۔جیسے

" آسمان اول کی آنرا آسمان دنیا و فلك القمر میگویند در یك ماه دوره تمام میکند۔دوم فلك العطارد۔۔الخ ،آسمان ہشتم که آنرا فلك البروج و فلك الثوابت و بقول اہل شرع کرسی خوانند در سی و شش ہزار سال دوره تمام می کند و تمامی ستاره غیر از سبعه سیاره در این ثابت اند ۔حکما این فلك را

دوازده حصه متساوی کرده اند و آن را دوازده برج می نامند ، طول ہمه برج بسمت شمال وجنوب باشد و عرض آنہا به ناحیۂ مشرق و مغرب یعنی از قطب شمالی تا قطب جنوبی راستار است ہر برج رسیده بمشابۂ قاشہای خربوزه- پس ہر برجی به سی قسم مقسم می شود و ہر قسم را درجه می خوانند-پس فلک البروج سی صد و شصت درجه باشد ودر ہر برجی از اجتماع چند ستاره شکلی از اشکال واقع است آن برج بہمان شکلی مسمی شد چون حمل،سور، جوزا، سرطان،اسد، سنبله،میزان ،اقرب،قوس ،جدی دلو،حوت-آسمان نہم مسمی است بفلک الافلاک و فلک الاطلس و فلک الاعظم و حرکت وی بر خلاف آسمان ھای دیگر است در این فلک هیچ ستاره نیست لهذا آن را اطلس خوانند"[1]-

اس عبارت کو پڑھ کر انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ فارسی میں لکھی گئی تواریخ کا دائرہ کار کس قدر وسیع اور کشادہ ہے۔

کشمیر کے فارسی زبان وادب میں معلومات کا ایک بیش بہا ذخیرہ موجود ہے ماضی کے کشمیر کی حالت ووضعیت اورحدود کے بارے میں جاننا کسی بھی طالب علم کے لیے دلچسپی سے خالی نہیں ہے دیکھیے کہ پنڈت بیربل کاچرو نے کس طرح ماضی کے کشمیر کی حدود کا تعین کیا ہے۔

"کشمیر جنت نظیر مطابق حساب هئیات از جمله اقلیم چهارمیست و عرضئه آن طولانیست بدین موجب از حد شرقی تا جانب غربی چهل فرسنگ واز حد جنوبی تا طرف شمالی بیست و پنج فرسنگ واز جمیع جوانب خوفناک

مشتملبر جبال و کوهستان و مغاك، جنوبش بجانب ہند
واقعست و کوه شمال بصوب بدخشان و خراسان و سمت
غربش بنواحی مواضعی که محل اقامت افاغنه است و
طرف شرقش بمبادی اراضی تبت متصل‘‘[۲]۔

کشمیر کے نام اوراس کی آبادکاری کے بارے میں کئی قصے بیان کیے جاتے ہیں ان میں سے جو بات کشمیر کے معتبر اسناد سے نقل ہوئی ہے اس کو نارائن کول عاجز نے کچھ یوں بیان کیا ہے۔

’’نام کشمیر ستی سر ووجه تسمیه این است ، پاربتی که
زن مہادیو است ستی ہم نام دارد از کوه ہماچل بعرصۂ
ظہور آمد و کوه هماچل کوہیست که میوسته مملو از
برف باشد ---از آنجا آب برف و باران درمیان جبال جمع
می شد و محل انفجار نداشت، کل زمین کشمیر مشابه
تالابی می نمود -ستی اکثر و اغلب در این تالاب سیر
میکرد بنا بر آن نسبت به ستی سر موسوم گردند‘‘[۳]

[۴] عاجز (اگر چہ اس کا ماخذ کلہن کی راج ترنگنی ہے) نے کشمیر کے متعلق جو حیرت انگیز اور قابل تحقیق بات لکھی ہے وہ یہ کہ وہاں جلدیو کے نام سے ایک خوفناک دیو رہتا تھا جو خلق خدا کو آزار پہنچا تا تھا یہاں تک کہ[۶] (۳۰۶۱۵۲۰۰۰)= ۱۸۳۶۹۱۲۰۰۰ سال اسی طرح گزر گئے۔جس کی تفصیل عاجز نے یوں لکھی ہے۔

’’تا شش منوتر که هر منوتری ہفتاد و یك دور چهار جوگ
است -ست جوگ،ترتیا جوگ، دوایر جوگ ، کلجوگ
یعنی چون این چهارجوگ که مجموع آن چهل و سه لك و
دوازده هزار سال (۴۳۱۲۰۰۰)است -بدین تفصیل که
ست جوگ هفده لك و بیست هزار سال ،ترتیا جگ دوازده

لك و نود و شش هزار سال ، دواير جگ هشت لك و شصت و چهار هزار سال ، کلجوگ چهار لك و سی و دو هزار سال ،هفتاد و یك بار میگذرد۔ یك منوتر که عبارت است از زوال سلطنت بادشاه بهشت اتفاق می افتد ۔بهمین منوال چهارده منوتر منقضی گردد ،یك روز عمر از عمر برهمان به آخر میرسد ۔دانشوران هند شب آن روز را کلپانت می نامند "۔۴

ساتویں منوتر کے آغاز میں برہمان کا پسر زادہ جس کا نام کشب رگھیر تھا یہاں معابد وصوامع اور عابدوں کی زیارت کے لیے آتا ہے اس جگہ کی ویرانی کے بارے میں معلوم کرنے پر اسے جلدیو کی ظلم وزیادتی کا پتہ چلتا ہے۔ یہ خبر سن کر کشب رگھیر کے دل میں خلق خدا کے لیے ہمدردی پیدا ہوتی اور وہ جلدیو کے شر سے نجات دلانے کے لیے نوبدن کے علاقے میں ہزار سال تک عبادت کرتے رہے پھران کی دعا قبول ہوئی اور مہادیو وبشن و برہمان کے حکم سے سو سال تک جلدیو سے لڑتے رہے لیکن چونکہ وہ پانی میں پناہ لیتا تھا اس لیے کامیابی نہ ملی پھران کو یہ خیال آیا کہ جب تک پانی کو نہ نکالا جائے تب تک جلدیو پر غلبہ پانا ناممکن ہے اس لیے کشب رگھیر کے صلاح سودرشن چکر نے بارہمولہ کے نواح میں سدراہ کوہ کو اٹھالیا اور پانی باہر نکل گیا اور زمین کی سطح نمودار ہوئی اس اور جلدیو کا خاتمہ ہوا اور کشب رگھیر نے اسی وادی کو اپنا مسکن بنایا اسی کے نام پر اس کا نام کشب مر اور پھر کشمیر پڑ گیا۔

" بعد از آن ستی سر به کشب مر موسوم گردید و بمرور از منه و تغیر السنه کشب مر کشمیر شد ۔ بزعم مهره دانشوران اهل هند از هفتم منوتر بیست و هشت در گذشت و چهل و سه دور باقی مانده "۔۵

اگر چہ یہ ایک فرضی کہانی معلوم ہوتی ہے تاہم وادی کشمیر کی آباد کاری کے بارے میں یہی کہانی سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے اور آج بھی سن رسیدہ لوگوں کی زبان زدہ ہے۔

زمانہ قدیم سے ہی کشمیر کے عجائبات مشہور ہیں جن میں سے وہاں کے عبادت خانے، نہریں، حوض جنگل، وادیاں اور چشموں کے بارے میں بہت ہی تعجب آور اور خارج العقل واقعات درج ہوئے ہیں مثلاً خواجہ محمد اعظم ایک چشمہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''در موضع کرمشور پرگنہ یچھ چشمہ ایست نزدیک تارسر و مار سردو حوض بزرگست قریب بتالاب عمقش کسی نمی داند و می گویند کہ در آغاز اردی بھشت کہ ھنگام زراعت است در زمان سابق مردم با اسباب ساز و سرود در آنجا رفتہ بمداحی چشمہ می پرداختند ،گوسفندی قربان نمودہ طعامی ترتیب میدادند بعد فراغ از تناول طعام آب از چشمہ طلب می نمودند در عین استدعا آب جریان می یافت ھر گاہ از آب مستغنی می شدندباز ھمان دستور رفتہ می گفتند کہ آب کافی است آن چشمہ مختفی میگردد۔این و حوض کہ مذکور شد از عجائب روزگار است بالای کوہ واقع اند''[٦]۔

اسلام کی اشاعت کے بعد وادی کشمیر صوفیوں کا مسکن رہی ہے جیسا کی ذکر ہوا ہے کہ دوسرے مما لک سے صوفیائے کرام وعلمائے عظام نے کشمیر میں سکونت اختیار کی جن کی تربیت کے سبب یہاں بھی بلند پایہ صوفی پیدا ہوئے جنہوں نے شریعت، معرفت، طریقت اور دیگر اسلامی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے فارسی زبان کے ہی وسیلہ بنایا۔اس سلسلے میں اگرچہ بہت سی تالیفات کا نام لیا جا سکتا ہے لیکن ملا محسن فانی سے منسوب ' دبستان المذاہب' ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے جس میں مختلف مذاہب کے بارہ گروہوں کے عقاید پر فلسفیانہ اور مدلل بحث ملتی ہے جیسے کہ امور شرعی کی اصل حقیقت اور فلسفہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

''محققین صوفیہ گفتہ اند کہ ھر امری از امور شرعی روزہ

داشتن اشارت است بطهارت درون و رویت هلال دیدن ابروی مرشد کامل و عید معرفت الله ۔ روزه را سه درجه است ،درجه اول نگاه داشتن بطن وفرج است از نا شائسته ۔درجه دوم نگاه داشتن جوارح است از اقوال و افعال نا شائسته ،درجه سوم نگاه داشتن دل است از غیر حق ، قربانی کردن اشارت است بکشتن نفس بهیمی ''۷۔

اسلاف کی سرگزشت ،دینیات اور تصوف پر تالیف کی گئی کتابیں ہماری علمی وراثت ہے جس سے آشنا ہوئے بغیر اس کی حفاظت ممکن نہیں اس نقطہ نظر سے موجودہ دور میں فارسی زبان کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔کشمیر کی فارسی تاریخوں میں بزرگوں کے متعلق عجیب وغریب واقعات ملتے ہیں جو ہمیں فارسی ماخذوں کے علاوہ کہیں نہیں ملتے مثلاً کشمیر کے پہلے مبلغ اسلام شرف الدین بلبل کے بارے میں تاریخ کبیر میں ہے کہ:

''روزی جناب سید جانب عید گاه بر آمدند هر گیاهی که در دشت بود بخدمت حضرت سید سلام میکرد و شیری از آن میدان هویدا گشت و نزدیك آمد و حضرت سید در گوش آن شیر حرفی خواند بعد از آن شیر در مسکن حضرت سید آمد و کسی را رنجی نرسانیدی و سر خود را زیر پای حضرت سید گذاشتی ،هر چند که آن شیر آدمی نبود اما از حق غافل نبود و آدمیت بهم رسانیده در سلك آدمیان منسلك گشت ''۸۔

اگر ہم فارسی تصانیف کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں علوم کے جن مختلف شعبوں میں آج تحقیق ہو رہی ہے ان کا ماخذ یہی فارسی یا عربی تصانیف ہے طب میں ابھی بھی ابن سینا کی 'قانون' علم طب ام میں الکتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔کشمیر کے فارسی دانان نے بھی

جدید موضوعات پر مستقل دستاویزات لکھے ہیں جیسے طب کے میدان میں بیاض طب از حکیم مبارک شاہ کشمیری، درامراض رأس از حکیم محمد و حکیم جعفر، مفتاح المشکلات از ہری رام خرداوراس قبیل کے بہت سے قلمی نسخے موجود ہیں۔اسی طرح رسلنگ کے بارے میں میر عبداللہ نے گل کشتی لکھی۔علم پیش بنی (Forecast) اور پتھروں کی ساخت پر محمد بن مسعود المسعو دی نرواری کشمیری نے جواہر نامہ لکھا۔اس کے علاوہ بندوق سازی، فن تیراندازی، موسیقی، علم نجوم کے مختلف درجات، حیاتیات اوراس کے ساتھ ساتھ بے شمار علوم وفنون پر بیش بہا خزانے قلمی نسخوں کی شکل میں موجود ہیں۔ان تمام نسخوں میں مذکورہ علوم وفنون پر تفصیلی بحث موجود ہے جن سے موجودہ دور میں تحقیق کی نئی راہیں کھل سکتی ہیں۔مختلف علون وفنون میں مستقل کتب کے علاوہ مورخوں نے تاریخ کے علاوہ دوسرے علوم میں بھی مہارت کا ثبوت دیا ہے جیسا کہ دیوان کرپارام نے اپنی تاریخ 'گلزار کشمیر' میں تاریخ کے علاوہ جغرافیہ، معاشیات کے ساتھ ساتھ پھولوں، پھلوں، پیڑ پودوں، جڑی بوٹیوں، درختوں اور مسالہ جات کے طبی فوائد بھی بیان کیے ہیں مثلاً خربوزہ کے بیج کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"گرم و تر مفتح سده جگر و مدر بول و شیر و منقی مجاری
گرده و مثانه و رافع تشنگی و خشونت حلق و حنجره سینه
و محلل اورام حاده و اعضای باطنی و جهته سرفه گرم و
تپهاء حاده و محرکه و درد سینه و ورم جگر نافع "[9]

اس کے علاوہ بھی اس موضوع پر اخلاقی پس منظر کے حوالے سے قلم اٹھایا جا سکتا ہے۔کشمیر میں کئی ایسے نامور شاعر گزرے ہیں جنھوں نے شعر میں اخلاقیات کے موضوع کو بیان کیا ہے۔کشمیر کی خاک سے شیخ یعقوب صرفی، ملا محسن فانی، غنی کشمیری، مرزا اکمل، جویا، بینش، توفیق، پنڈت ست رام بقا، پنڈت گوپال کول، پنڈت ٹیکا رام آخون جیسے باوقار شاعر پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اشعار میں اخلاق کے انمول موتی پروئے ہیں۔میرا موضوع اگرچہ تاریخ، طب یا جغرافیہ نہیں ہے تاہم موجودہ دور میں کشمیر میں فارسی زبان کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ان مثالوں کا سہارا لینا ناگزیر ہے۔آج کل جو ہمارے معاشرے میں اخلاق کا فقدان ہے اس کا واحد

حل یہی ہے کہ نوجوان نسل کو اسلاف کے کارناموں اور اخلاقی اقدار سے روشناس کرایا جائے جس کا سب سے بڑا ذخیرہ فارسی زبان میں موجود ہے۔ ہمارے ثقافتی ورثے کی بنیادیں فارسی زبان سے جڑی ہوئی ہیں جس زبان کی جڑیں ماضی میں اتنی گہری اور شاخیں اتنی تنوع مند ہو اس زبان کی اہمیت سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔ فارسی سے نابلد شخص تاج محل، لال قلعے، مساجد، اولیاء کے مزارات کی اہمیت سے کیسے واقف ہو سکتا ہے۔ کوئی انسان فارسی سے ناآشنا رہ کر کیسے اپنے اسلاف کے کارناموں کی داد دے سکتا ہے۔ کیسے ایک مسلمان فارسی جانے بغیر ہندوستان بالخصوص کشمیر کے مذہبی دستاویزات سے استعفادہ کر سکتا ہے۔ فارسی کے بغیر کیسے ممکن ہے کہ اپنی قوم وملت کے سیاسی، سماجی، اقتصادی، معاشرتی اور معاشی حالات سے آگاہی حاصل کی جائے۔ موجودہ زمانے میں بھی کشمیر میں بیع نامے اور نکاح نامے فارسی میں ہی ہوتے ہیں۔ بعض مقامات پر ذکر و اذکار، دعاؤں اور خطبات کا کچھ حصہ فارسی زبان میں ہی ہوتا ہے۔ کشمیر میں آج بھی فارسی کے مقولے اور محاورے بزرگوں کی زبان زدہ عام ہیں۔ مساجد درگاہوں، باغات، مزاروں اور پرانی عمارتوں کے دروازوں اور کتبوں پر ان کے متعلق فارسی زبان ہی میں عبارات لکھی گئی ہیں جن کو سمجھے بغیر کوئی بھی انسان اپنی قوم اور وطن کے ماضی سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔

نتیجہ گیری:

خلاصہ کے طور پر ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ فارسی زبان وادب میں ایسے بیش بہا خزانے موجود ہیں جن تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اس زبان سے آشنائی لازمی جز ہے۔ کشمیر کے فارسی ادب میں اسلامیات، تصوف، اخلاق، فلسفہ، منطق، طب، کیمسٹری، نفسیات، سیاست، جنگ، علم نباتات، علم ورزش، علم موسیقی، تاریخ اور جغرافیہ جیسے موضوعات پر لکھے گئے دستاویزات تب تک کارآمد نہیں ہو سکتے جب تک اس کے وسیلہ اظہار سے واقفیت نہ ہو۔ فارسی زبان وادب سے دوری اختیار کرنے کے جو سنگین نتائج برآمد ہوئے اور جو نقصان ہماری تہذیب کو ہوا ہے اور ہو رہا ہے اس کی تلافی ممکن نہیں اس لیے ہم کہ سکتے ہیں کہ اپنے ماضی کی شناخت، ورثے کی حفاظت اور اپنے اسلاف کے افکار کو زندہ رکھنے کے لیے ہماری فارسی سے وابستگی ناگزیر ہے۔

منابع وماخذ:

۱۔ پیر غلام حسن کھویہامی، تاریخ حسن، شیخ غلام محمد اینڈ سنز، مائسمہ بازار سرینگر کشمیر، تاریخ اشاعت نا معلوم، ج اول، ص ۱۴۔۱۷

۲۔ کاچرو، پنڈت بیر بل، مجموعۃ التواریخ، قلمی، سلیمان کلیکشن نمبر شمارہ ۶۵۷/۳۵، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ورق ۶ ب

۳۔ عاجز، نارائن کول، منتخب التواریخ معروف بہ تاریخ کشمیر، قلمی، سبحان اللہ کلیکشن نمبر شمارہ ۹۵۴/۱۳، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ورق ۵ الف، ب

۴۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔ ورق ۶ ب

۵۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔ ورق ۷ ب، ۸ الف

۶۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری، واقعات کشمیر، غلام محمد نور محمد، امیرا کدل سرینگر، تاریخ اشاعت نا معلوم، ص ۲۶۷

۷۔ فانی، شیخ محسن، دبستان المذاہب، بندر معمورۂ ممبئی، ۱۲۶۲ھ، ص ۳۲۰

۸۔ مسکین، حاجی محی الدین، تاریخ کبیر کشمیر موسوم بہ تحائف الابرار فی ذکر اولیاء الاخیار، سورج پرکاش امرتسر ۱۳۲۱ھ، ص ۷

۹۔ دیوان کرپارام، گلزار کشمیر، باہتمام سید جواد علی شاہ، مطبع کوہ نور لاہور ۱۸۷۰ء، ص ۳۱۲